اصلاح احوال کے لیے قرنِ اول کی مسلم خواتین کا کردار اور اس کی عصری تطبیق

The Role of first-century Muslim women in Rreformation and its Relevance in Modern Era

*Muhammad Majid Khan

**Dr. Muhammad Idrees Lodhi

Abstract

According to Islamic point of view every Muslim is a preacher and reformer. Prophet Muhammad (ﷺ) directed the Muslims to convey others even if they have a single verse or tradition of Islam. In this perspective many Muslim reformers always have been trying to renovate the condition of Muslim individuals and societies within their jurisdictions and capacities. Muslim women have also considerably been contributing in this regard. This paper presents the role of the first-century Muslim women from the referred perspective. It provides some important accounts and activities of the woman belonged to the mentioned era. It suggests that modern day Muslim women should follow the footsteps of the first century Muslim women for the reformation and renovation of the situations and conditions of relevant Muslim individuals and societies.

Key Words: First century Muslim women, efforts, reformation

بہت سے لوگ یہ رائے رکھتے یا یہ دعوی کرتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کے کردار کو نہایت محدود کر دیا ہے؛ مسلم معاشروں میں عورتیں فرد و معاشرے کی اصلاح و بہتری کی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لے سکتیں؛ اسلام عورتوں کو گھروں میں بند رکھنے کا خواہاں ہے؛ وہ احوال و ضروریات کے مطابق معاشرے میں اپنا کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ لیکن اس طرح کے دعوے حقائق سے دور اور اسلام سے نفرت و تعصب کا شاخسانہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے صرف اس بات کو تسلیم کیا کہ مختلف احوال و ظروف میں عورت کا کردار انتہائی اہم ہے، بلکہ عورتوں سے اس حوالے سے نہایت اہم کام بھی لیے۔ اصلاح فرد و معاشرہ اور احوال و ظروف کی مناسبت سے بہتر حکمتِ عملی اپنانے یا

---

* PhD scholar Islamic Studies, BZU, Multan

* * Director Seerat Chair/ Professor of Islamic Studies, BZU, Multan

اس کے لیے رہنمائی فراہم کرنے میں عورتوں کے کردار کو دیکھیں تو اسلام کی تاریخ میں ہمیں بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ عورتوں نے مختلف حوالوں سے غیر معمولی کرادر ادا کیا۔ اس مضمون میں اسلام کی ابتدائی تاریخ کی چند خواتین کی کاوشوں کے ذکر سے یہ واضح کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمان خواتین نے شروع ہی سے اصلاح احوال وظروف میں بھرپور حصہ لیا اور اس ضمن میں ان کا اسلوب نہایت جرات مندانہ وحکیمانہ رہا اور ان کے اس کردار واسلوب میں معاصر مسلم خواتین کے لیے اہم رہنما اصول وضوابط موجود ہوں۔

حضرت عائشہ کا کردار واسلوب

اصلاح احوال کے لیے سب سے اہم کردار ام المونین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رہا۔ حضرت عائشہؓ مزاج نبوی ﷺ کی شناسا تھیں۔ انھوں نے اس نوع کی سرگرمیوں کو بطریق احسن انجام دیا۔ انھوں نے بعض موقع پر لوگوں کو ایسی چیزوں سے روکنے کے لیے اپنے خاص انداز واسلوب سے کوششیں کیں۔اس حوالے سے ان کی کاوشوں سے متعلق چند مثالیں دیکھیے:

"نرد" ایک ایسا کھیل ہے، جس سے جوئے وغیرہ کے تناظر میں فرد و معاشرت کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اس سلسلے میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے بعض لوگوں پر ایک خاص انداز سے دباؤ ڈال کر ان کو اس مضر کھیل سے بچانے کی کوشش کی۔ واقعہ یوں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں کچھ کرایہ دار رہتے تھے، ان کے متعلق انھیں معلوم ہوا کہ وہ نرد کھیلتے ہیں تو سخت ناراض ہوئیں اور کہلا بھیجا کہ اگر نرد کی گوٹیاں باہر نہ پھینک دوگے تو اپنے گھر سے نکلوادوں گی۔ حضرت عائشہؓ کا مقصد ان کو گھر سے نکالنے کی دھمکی دینا محض اس امر سے نہیں تھا کہ مکان خالی کرالیں بلکہ انہیں غلط کام سے باز رکھنا اور ان کی اصلاح کرنا تھا۔ بخاری کی روایت میں ہے:

> **عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ، عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ؛ أَنَّهُ بَلَغَهَا: أَنَّ أَهْلَ بَيْتٍ فِي دَارِهَا كَانُوا سُكَّاناً فِيهَا.عِنْدَهُمْ نَرْدٌ. فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِمْ لَئِنْ لَمْ تُخْرِجُوهَا لأُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ دَارِي. وَأَنْكَرَتْ ذلِكَ عَلَيْهِمْ۔[1]**
>
> علقمہ بن ابی علقمہ اپنی والدہ سے وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتی ہیں کہ ان تک یہ بات پہنچی کہ ان کے گھروں میں رہنے والے بعض لوگوں کے پاس نرد کھیل کا سامان ہے، تو حضرت عائشہؓ نے ان کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر تم نرد کا کھیل ختم نہیں کروگے تو میں تمھیں اس گھر سے نکال دوں گی اور اس طرح ان کی اس حرکت کو ناپسند کیا۔

حضرت مریمؓ بنت طارق فرماتی ہیں کہ میں نے انصاری خواتین کے ساتھ حج کیا، میں اس حج میں عائشہؓ صدیقہ سے ملنے گئی۔جب خواتین ان سے ان برتنوں کے بارے میں جن میں نبیذ بنائی جاتی ہے، پوچھنے لگیں تو انھوں نے فرمایا خواتین

---

[1] ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، الادب المفرد (الریاض: مکتبة المعارف للنشر والتوزیع، 1419 ھ)، 327، رقم الحدیث 1274۔

اسلام ! تم نے مجھ سے ان ظروف کے بارے میں پوچھا ہے، جو عہد رسالت ﷺ میں عام نہ تھے۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو اور جو چیز تم میں سے کسی میں نشہ پیدا کردے اس سے بچو اور اگر دانوں کا پانی نشہ آور ہو تو اس سے بھی بچو۔ کیونکہ ہر نشہ آور شے حرام ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

أَخْبَرَنَا يَعْلَى ومحمد ابنا عبيد قالا: حدثنا أبو حبان عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَرْيَمَ بِنْتِ طَارِقٍ قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فِي حَجَّةٍ حَجَجْتُهَا فِي نِسْوَةٍ مِنْ نِسَاءِ الأَنْصَارِ فَجَعَلْنَ يَسْأَلْنَهَا عَنِ الظُّرُوفِ الَّتِي يُنْتَبَذُ فِيهَا فَقَالَتْ: يَا نِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ لَتَسْأَلْنَنِي عَنْ ظُرُوفٍ مَا كَانَ كَثِيرٌ مِنْهَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَاتَّقِينَ اللَّهَ وَمَا أَسْكَرَ إِحْدَاكُنَّ فلتجتنبه.وإن أسكرها ماء حبها فَلْتَجْتَنِبْهُ فَإِنَّ كُلَّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔[2]

دراصل فتح عجم کے بعد اہل عرب جب شراب کے جدید اقسام و نام سے آشنا ہوئے جن میں ایک باذق (یعنی بادہ) تھا چونکہ عربی میں شراب کو خمر کہتے ہیں اور یہ حکم صرف انگوری شراب پر لاگو ہوتا ہے، اس بنا پر لوگ شبہ میں پڑ گئے کہ ان شرابوں کے بارے کیا حکم ہے؟ لیکن حضرت عائشہؓ نے اپنی مجلس میں واضح طور پر کہہ دیا کہ شراب کے برتنوں میں چھوہارے تک نہ بھگوئے جائیں۔ پھر عورتوں کی طرف خطاب کرکے کہا اگر تمھارے مٹکوں کے پانی سے بھی نشہ آئے تو وہ بھی حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر نشہ آور چیز سے منع فرمایا ہے۔ روایت میں آتا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَمَا أَسْكَرَ مِنْهُ الْفَرَقُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ۔[3]

اسی طرح مرور زمانہ سے یہودیہ خواتین میں متعدد بداخلاقیاں پھیل گئی تھیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ جن عورتوں کے بال جھڑ جاتے تھے وہ مصنوعی بال لگا لیتی تھیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے مسلمان خواتین کو اس کی ممانعت فرما دی تھی۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد جب مسلمان خواتین نے بھی یہودی عورتوں کی دیکھا دیکھی یہی روش اختیار کی تو صحابیاتؓ نے اس پر شدت سے روک ٹوک کی۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انصار کی ایک لڑکی کی شادی ہوئی اور وہ بیمار ہو گئی اور اس کے سر کے بال جھڑ گئے تو لوگوں نے ارادہ کیا کہ اس کے بالوں میں جوڑا لگا دیا جائے۔ انھوں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے جوڑا لگانے والی اور جوڑا لگوانے والی پر لعنت فرمائی۔

---

[2] محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ (بیروت: دار صادر، 1990ء)، 8/354۔

[3] ابوداود، سنن (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، ب ت)، 3/329۔

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ جَارِيَةً مِنَ الْأَنْصَارِ تَزَوَّجَتْ وَأَنَّهَا مَرِضَتْ فَتَمَرَّطَ شَعَرُهَا فَأَرَادُوا أَنْ يَصِلُوهُ، فَسَأَلُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَلَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ[4]

چنانچہ معاشرتی اصلاح کے سلسلے میں سب سے پہلی چیز انفرادی شخصیت ہے یعنی اصلاح کا عمل ہمیشہ اپنی ذات سے شروع ہونا چاہیے ورنہ دوسروں کو نصیحت کرنا بے فائدہ ہوگا۔ صدر اسلام سے لے کر آج تک با عمل خواتین نے اپنے قول و فعل سے اصلاح کے اس عمل کو عملی طور پر دنیا کے سامنے رکھا۔ اسی لیے دنیا میں صرف اس نصب العین اور اس تحریک کو ہی کامیابی حاصل ہوتی ہے, جس کے قائدین کے قول و فعل میں ہم آہنگی ہو اور جن کی اپنی زندگی اصلاحی نظریے کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ گویا بنیادی چیز ذہن و فکر کی تبدیلی ہے۔ اور معاشرتی اصلاح کا تقاضا یہ ہے کہ روز آخرت پر ہمارا یقین ایسا پختہ ہو جائے کہ اس کے اثر سے ہماری عملی زندگی حقیقی طور پر تبدیل ہو جائے۔

حضرت ام سلمہ کا کردار و اسلوب

اسی طرح حضرت ام سلمہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ صلح حدیبیہ میں جنگ و جدل سے بچنے اور معاملات کو پرامن طریقے سے حل کرنے کے لیے جب نبی کریم ﷺ نے اس صلح کو قبول کرکے بغیر عمرہ کیے واپس جانے کا ارادہ کیا اور صحابہ کرامؓ کو احرام کھولنے اور قربانی کرنے کا حکم دیا تو صحابہ کرامؓ نے اس حکم کی بجاآوری میں پس و پیش کی تو نبی کریم ﷺ کو اس بات کا بہت دکھ ہوا اور آپ ﷺ نے اس واقعہ کا ذکر حضرت ام سلمہؓ سے کیا، انھوں نے امن و اصلاحی پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی اور عرض کیا کہ صحابہ کرامؓ نے نعوذ باللہ آپ ﷺ کا حکم ماننے سے انکار نہیں کیا بلکہ وہ اس صورت حال سے سکتہ کی کیفیت میں ہیں۔ لہٰذا آپ جائیں اور چپ چاپ احرام کھول کر قربانی کردیں، آپ ﷺ کو دیکھ کر صحابہ کرامؓ بھی ایسا ہی کریں گے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے ایسا ہی کیا۔ لوگوں نے جب یہ دیکھا تو خود اٹھ کر قربانیاں کیں اور باہم ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ اور ہجوم کی وجہ سے قریب تھا کہ بعض بعض کو مار ڈالیں۔ مسند احمد اس واقعہ کو یوں ذکر کیا گیا ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: «قُومُوا، فَانْحَرُوا، ثُمَّ احْلِقُوا» قَالَ: فَوَاللَّهِ مَا قَامَ مِنْهُمْ رَجُلٌ، حَتَّى قَالَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا لَمْ يَقُمْ مِنْهُمْ أَحَدٌ، قَامَ، فَدَخَلَ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ، فَذَكَرَ لَهَا مَا لَقِيَ مِنَ النَّاسِ، فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتُحِبُّ ذَلِكَ؟ اخْرُجْ، ثُمَّ لَا تُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً حَتَّى تَنْحَرَ بُدْنَكَ، وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ، فَيَحْلِقَكَ. فَقَامَ، فَخَرَجَ، فَلَمْ يُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ: نَحَرَ هَدْيَهُ،

---

4 مسلم بن حجاج، المسند الصحیح المختصر، بیروت، مطبع دار احیاء الکتب، 1955ء، 3/ 1677

وَدَعَا حَالِقَهُ. فَلَمَّا رَأَوْا ذَلِكَ قَامُوا، فَنَحَرُوا، وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَحْلِقُ بَعْضًا حَتَّى كَادَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا غَمًّا۔[5]

گویا اس مشورہ پر آپ ﷺ نے جیسے ہی عمل کیا تو آپ ﷺ کو دیکھ کر صحابہ کرامؓ نے فوراً آپ ﷺ کی پیروی شروع کر دی، اس طرح حضرت ام سلمہؓ کی درست اور صائب رائے نے آن کی آن میں یہ نازک صورتحال ختم کر کے رکھ دی اور نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ کی سیاسی بصیرت کو مان کر اس مسئلہ کو احسن انداز میں حل کر لیا۔

عمر رضا کحالہ (م1408ھ/1987ء) لکھتے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں حضرت علیؓ پر سب و شتم بر سر منبر ہونے لگا تو (ام سلمہؓ) نے امیر معاویہؓ کو اس کی روک تھام کے لیے ان الفاظ میں خط لکھا:

كنتم تلعنون الله ورسوله على منابر كم وذلک انكم تلعنون على ابی طالب و من احبه وان اشهد ان الله احبه ورسوله ،فلم يلتفت الى كلامها ۔[6]

تم اللہ اور رسول ﷺ کو بر سر منبر برا بھلا کہتے ہو، وہ یوں کہ تم علی بن ابی طالبؓ کو نشانہ لعنت و ملامت ٹھہراتے ہو اور ہر اس شخص کو جو ان سے پیار کرتا ہے، میں ذاتی طور پر اس بات کی گواہ ہوں کہ رسول خدا ﷺ علی کرم اللہ وجہہ سے محبت کرتے تھے مگر انہوں نے اس بات کی کوئی پروا نہ کی۔

اصلاح احوال کے لیے کسی خاتون کا حاکم وقت سے بے خوفی سے بات کرنا ایک طرف دین کی فہم و فراست کا بھرپور اظہار ہے تو دوسری طرف بات کہنے کا گر بھی ہے تاکہ امت کے اگلے لوگ اپنے پچھلوں کو مطعون نہ کریں۔

سمرا بنت نہیک کا کردار و اسلوب

معاشرتی اصلاح کے لیے حضرت سمرا بنت نہیکؓ کی اصلاحی سرگرمیوں کے بارے میں ابن عبد البر نے الاستیعاب میں یوں ذکر کیا ہے: وكانت تمرفي الأسواق،وتأمر بالمعروف،وتنهعَن المنكر،وتضرب الناس عَلَى ذلك بسوط كَانَ معها ۔[7] "وہ بازار میں جا کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتیں اور غلط کاروں کو کوڑے مارتی تھیں۔"

حضرت سمرا بنت نہیکؓ کو حضرت عمرؓ کی طرف سے اس امر کے لیے مقرر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں اصلاحی اعمال کے متعلق خواتین کو بھی مردوں کی طرح ان کی صلاحیت و لیاقت کی بنا پر یہ ذمہ داری سونپی جا سکتی ہے۔

ام سلیم کا کردار و اسلوب

---

[5] احمد بن حنبل، مسند (بیروت: المکتبۃ الاسلامی للطباعۃ والنشر، 1388ھ)، 31/243۔

[6] عمر رضا کحالہ، اعلام النساء، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، 1987ء، 5/226

[7] ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (بیروت: دار الجیل، 1992ء)، 4/863۔

ایک صحابیہ ام سلیم کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے خود کو نکاح کا پیغام پہنچانے والے آدمی کو کہا کہ تم مسلمان نہیں ہو میں تم سے نکاح نہیں کر سکتی، تم مسلمان ہو جاؤ تو یہی میرا حق مہر ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانے میں خواتین لوگوں کی اصلاح کے لیے کس طرح مستقل مزاجی اپناتی، اپنے دین کو مقدم رکھتیں اور دوسروں کو دین اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے اپنے حق تک سے دست بردار ہو جاتیں:

خَطَبَ أَبُو طَلْحَةَ أُمَّ سُلَيْمٍ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ، فَقَالَتْ: أَمَا إِنِّي فِيكَ لَرَاغِبَةٌ، وَمَا مِثْلُكَ يُرَدُّ، وَلَكِنَّكَ رَجُلٌ كَافِرٌ، وَأَنَا مُسْلِمَةٌ، فَإِنْ تُسْلِمْ فَذَلِكَ مَهْرِي، لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهُ، فَأَسْلَمَ أَبُو طَلْحَةَ وَتَزَوَّجَهَا۔[8]

ابو طلحہؓ نے اسلام لانے سے پہلے ام سلیمؓ کو نکاح کا پیغام بھیجا، تو ام سلیمؓ نے فرمایا، کوئی شک نہیں کہ میرا آپ کی طرف میلان ہے اور میں کسی کو آپ جیسا نہیں پاتی، لیکن آپ ایک کافر مرد ہیں اور میں مسلمان ہوں اگر آپ اسلام قبول کر لیں گے تو یہی میرا حق مہر ہوگا۔ میں اس کے علاوہ آپ سے کوئی اور چیز نہیں مانگوں گی تو ابو طلحہؓ نے اسلام قبول کر لیا اور ان (ام سلیمؓ) سے نکاح کر لیا۔

گویا صحابیات اصلاح کے پہلو کو مقدم جانتے ہوئے اپنے حق سے دست بردار ہونا صرف اصلاح عقیدہ کی خاطر برداشت کر لیا کرتیں اور اگر دور حاضر کی خواتین اس اسوہ کا سامنے رکھتے ہوئے اصلاح کی غرض سے اپنے حق کی کلی یا جزوی طور پر قربانی دے دیں تو معاشرہ میں بہت سا فساد و بگاڑ ختم ہو سکتا ہے۔

حضرت خولہ کا کردار و اسلوب

حضرت خولہ وہ خاتون ہیں جو حق بات کہنے میں خلیفہ سے بھی نہ جھجکتیں اور حضرت عمر کو بھی سرِ راہ کھڑا کر کے وعظ و نصیحت کرتیں۔ ایک بار حضرت عمرؓ (م24ھ/643ء) گدھے پر سوار ہو کر مسجد سے آ رہے تھے کہ راہ میں حضرت خولہؓ سے ملاقات ہو گئی اور انھوں نے ان کو سلام کیا۔ اور بولیں! اے عمرؓ رک جاؤ، تو حضرت عمرؓ رک گئے۔ حضرت خولہؓ نے کہا: میں نے تمہارا وہ زمانہ دیکھا ہے۔ جب لوگ تمھیں بازار عکاظ میں عمرؓ کہتے تھے اور اب تمہار القب امیر المؤمنین ہے۔ اب رعایا کے معاملے میں خدا سے ڈرو اور یقین کرو جو شخص عذاب الٰہی سے ڈرے گا، اس پر بعید قریب ہو جائے گی اور جو موت سے ڈرے گا، اس کو فوت ہو جانے کا خوف لگا رہے گا۔ ایک شخص جو ساتھ تھے بولے، بی بی تم نے امیر المؤمنینؓ کو بہت کچھ کہہ ڈالا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا جانے دو، یہ خولہؓ بنت حکیم اور اوس بن صامتؓ کی بیوی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان کے اوپر سے ان کی بات سن لی تھی۔ پھر عمرؓ کو تو اور سننا چاہیے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کی وعظ و

[8] ،ابو نعیم الاصبہانی، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء (بیروت: دار الکتاب العربی، 1409ھ) 6/3504۔

نصیحت کو نہایت خندہ پیشانی سے سنا اور تعریف و توصیف فرمائی۔[9] یہ واقعہ اصلاح معاشرہ کے ایک وسیع تر پہلو کی نشاندہی کرتا ہے کہ اگر حاکم وقت کو عوام الناس کی خیر خواہی اور فلاح کا احساس دلایا جاتا رہے تو معاشرہ میں اصلاح کا عمل بہت تیزی سے انجام پا سکتا ہے کیوں کہ اختیار کی وجہ سے یہ کام نسبتاً جلد وقوع پذیر ہو سکتا ہے۔

خواتین کے اصلاحی جذبے کے حسین نتائج

خواتین کے اصلاحی جذبے سے اس دور میں کس طرح کے حسین نتائج سامنے آتے رہے؟ اس کی ایک مثال اس مشہور واقعے سے سامنے آتی ہے، جس میں ایک لڑکی اپنی ماں کو دودھ میں پانی ملانے سے منع کرتی ہے اور پھر اس سے ایک انتہائی نیک دل اموی حکمران جنم لیتا ہے۔ مرقاۃ المفاتیح میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک عورت کی آواز سنی جو اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی، اٹھو دودھ میں پانی ملا دو، بیٹی نے جواب دیا، اماں ایسا مت کرو، آپ کو معلوم نہیں کہ امیر المؤمنین نے اس کام سے منع کر رکھا ہے۔ ماں کہتی ہے، بیٹی امیر المؤمنین کو اس کا علم کیسے ہوگا؟ بیٹی نے ماں سے کہا، اماں اگر امیر المؤمنین نہیں دیکھ رہے تو امیر المؤمنین کا رب، رب العالمین تو دیکھ رہا ہے۔ صبح ہوئی، حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے بیٹے عاصم سے فرمایا، فلاں گھر والوں کے پاس جاؤ وہاں ایک لڑکی ہے، اگر اس کا کہیں رشتہ طے نہیں ہوا، تو تم پیغام بھیج دو، شاید کہ اللہ تمہیں اس سے نیک بابرکت اولاد عطا فرمائے۔ عاصم حکم کی تعمیل کرتے ہیں اس لڑکی سے ان کی شادی ہو جاتی ہے، اور ان کے ہاں ایک بیٹی کی پیدائش ہوتی ہے جس کی شادی عبد العزیز بن مروان سے ہو جاتی ہے، ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا ہے جسے تاریخ عالم میں عمر بن عبد العزیز کے نام سے پکارا جاتا ہے۔[10]

قرنِ اول کی خواتین کے اس اسوے کی عصری تطبیق

قرنِ اول کی خواتین کے مذکورہ چند واقعات کے ذریعے ان کے اسوے اور طرزِ عمل سے آج کی خواتین کے لیے بہت سے اسباق ہیں۔ مثلاً یہ کہ:

1۔: اصلاح احوال کے لیے خواتین بذات خود نیک و پرہیزگار ہوں، تاکہ وہ اپنی ہم جنسوں کے لئے بہترین نمونہ بن سکیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اصلاح کے اس اعلیٰ و ارفع مقام تک پہنچنے کے لئے انہیں کیا کرنا ہوگا؟ ہر عورت کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ صرف شریعت کا علم ہی صلاح و تقویٰ تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ آج یہ حصول علم خواتین کے لئے کتابوں سے یا اہل علم کے بیانات سے سن کر اور عصر حاضر میں اہل علم سے براہ راست سن کر حاصل کرنا بہت آسان ہوگیا ہے۔ اسی لیے ان طریقوں کے صحیح استعمال نے معاشرے کی اصلاح میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ لہٰذا خواتین کا اصلاح و تقویٰ کے لئے شرعی علوم سے آراستہ و مزین ہونا نہایت ضروری ہے، اس کے ساتھ ساتھ فصاحت و بلاغت اور مناسب انداز بیان کے ذریعے افراد کے اندر صلاح و تقویٰ پیدا کیا جا سکتا ہے۔

---

[9] بخاری، التاریخ الکبیر، قاہرۃ، مکتبۃ دار التراث، حلب، طبع اولیٰ، 1977ء، 7/ 245

[10] علی بن سلطان القاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (بیروت، لبنان: دار الفکر، 2002ء)، 9/ 3909۔

2۔: خواتین کو چاہیے کہ اللہ نے جو انھیں فصاحت و بلاغت کا اچھا انداز بیان عطا کیا ہے، اس سے وہ اپنے خیالات کو درست انداز میں پیش کریں اور ان معانی و مفاہیم کو وضاحت کے ساتھ بیان کر سکیں، جن سے بہت سے لوگ واقف تو ہیں مگر ان کی درست تعبیر نہیں کر پاتے یا پھر مبہم انداز میں بیان کرتے ہیں۔ جس سے اصلاح خلق کا مقصد حاصل نہیں ہو پاتا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے خواتین کا عربی علوم مثلاً صرف و نحو اور بلاغت سے مناسب حد تک واقف ہونا ضروری ہے ۔تاکہ اس کے ذریعہ وہ مخاطب خواتین و حضرات کے دلوں میں اپنی بات اتار سکیں۔

۳۔: حکمت دراصل ہر چیز کو اس کی مناسب جگہ رکھنا ہے اور دعوت الٰہی کو دوسروں تک پہنچانا ہی دراصل ایک بڑی نعمت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے نواز دے۔ بلاشبہ حکمت کی بدولت جہاں حصول مقصد آسان ہو جاتا ہے وہاں اس کی عدم دستیابی سے بہت سے مقاصد فوت ہو جاتے ہیں اور خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ دعوت الی اللہ کی ایک حکمت یہ ہے کہ مخاطب سے اس کے شایان شان معاملہ کیا جائے۔ چنانچہ مخاطب اگر جاہل ہے، تو اس سے ایسا ہی معاملہ کیا جائے جو اس کے لئے مناسب ہو، اور اگر عالم ہے لیکن کسی حد تک غفلت و کوتاہی کا شکار ہے تو اس کے ساتھ اس کی حالت کے اعتبار سے معاملہ کیا جائے اور اگر عالم ہے لیکن اس میں کچھ تکبر اور حق سے اعراض پایا جاتا ہے تو اس کے ساتھ اس کی حالت کے اعتبار سے معاملہ کیا جائے۔ اس حکمت عملی کی بدولت کسی بھی پیش آمدہ پریشانی سے بچا جا سکتا ہے۔

خلاصہ بحث

قرنِ اول کی خواتین کے اصلاحی کردار سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انھوں نے نہایت ہی خوب صورت طریقے سے اصلاح احوال کے لیے اپنا کردار ادا کیا۔ مختلف نام ور خواتین اور عام خواتین نے موقع محل کی مناسبت سے معاشرے اور افراد کی اصلاح کے لیے جرات مندانہ اور حکیمانہ انداز سے اصلاح کا کام کیا۔ آج کی خواتین کے لیے قرنِ اول کی خواتین کے اصلاح کے حوالے سے سامنے آنے والے اس اسوے میں بہت سے اسباق ہیں۔ انھیں چاہیے کہ دین کی تعلیم حاصل کریں اور معاشرے اور افراد کی اسلامی احوال سے اصلاح کی جہاں ضرورت ہو اس اسوے کو سامنے رکھتے ہوئے حکیمانہ انداز سے اصلاح کریں۔ نیز اپنی اولاد اور خاندان جو ان کو اصل دائرہ کار ہے، وہاں اصلاح احوال کے لیے بھرپور کردار ادا کریں۔ یہی وہ صورت ہے جس کے ذریعے آج کا معاشرہ اصلاح کے حوالے سے اسلاف کے معاشرے کا نمونہ بن سکتا ہے۔